میرے اُستادِ محترم۔۔۔ڈاکٹر محمد خان اشرف

فریال ظفر

Faryal Zafar

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Dr. Muhammad Khan Ashraf has gained fame as a good critic, poet, editor, prose writer, scholar and teacher. His personality has many layers of literature and diversity. In this artical, writer has admired him not only as his teacher but also as a unique literary personality of the modern time.

ڈاکٹر محمد خان اشرف کثیر الجہت شخصیت کے مالک ہیں۔ شاعر، نثر نگار، محقق، مدوّن اور موؤلف کی حیثیت سے دنیائے ادب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ سکالرز میں وہ ایک ذہین، قابل اور مشفق اُستاد کی حیثیت سے بے حد مقبول ہیں۔ ظاہری آن بان کے ساتھ ساتھ ایک عالمانہ شان اُستادِ محترم کی شخصیت کا جزوِ خاص ہے۔ وہ شعرا اور اُدبا کے بارے میں مخصوص نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ اپنے ندرت آگیں افکار اور منطقی و تجزیاتی انداز سے سکالرز کے ذہن کی آبیاری کرتے ہیں۔ زندگی کے کسی شعبے میں بھی وہ بہترین سے کم پر سمجھوتہ نہیں کرتے۔ خوش نصیب ہیں وہ سکالرز جن کو خان صاحب سے کسبِ فیض کا موقع ملا ہے۔ لفظ ڈاکٹر محمد خان اشرف کی بے مثل شخصیت کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔

میری کیا بساط کہ صاحبِ سیف و قلم پر خامہ فرسائی کروں لیکن کیا کیجئے کہ میجر ریٹائرڈ ڈاکٹر محمد خان اشرف اُستاد الاساتذہ کی شخصیت صلائے عام ہے نکتہ داں سکالرز کے لیے سو ہم نے اس جسارت کے لیے خود کو جرات آزما پایا۔ محمد خان اشرف کثیر الجہت شخصیت ہیں۔ شاعر، نثر نگار، محقق، مدوّن، موؤلف ان کی شخصیت کا ہر پہلو منفرد اور یگانہ ہے لیکن یہ بطور استاد وہ بے مثل خصوصیات کے حامل ہیں۔ دورِ حاضر میں ان کا سا محنتی اور قابل اُستاد مشکل سے ہی ملے گا۔ جب ہی تو صاحبو! رشک آتا ہے اُن طالب علموں پر جو خاں صاحب کے لیکچر سُن سُن کر بڑے اور بوڑھے ہوئے ہیں جبکہ ہم تو اس شرف سے بہ وجوہ محروم رہے۔

سو ''درد کا سورج'' ستانے لگا تو ''مداوا'' کی ایک یہی صورت نظر آئی کہ ہم نے ''جرات کے ستارے'' کو تھام لیا اور اب ہرگز چھوڑنے کے نہیں زندگی کے پچھلے پہر گیریژن یونیورسٹی کی مہربانی سے پی ایچ۔ ڈی سکالر کا اعزاز کیا ملا قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ اپنے تیس سالہ تدریسی تجربے کی چادر اوڑھے ایک شانِ استغنا سے یونیورسٹی کی سرزمین پر قدم رکھا۔ بہ زعمِ خود کہ ہم تو خود ہر سال طلبہ کی ایک فصل کاشت کرتے ہیں آٹھ دس بی۔ ایس تھیسس نامہ اعمال میں تھے روزِ اوّل، اوّلین کلاس میں ہی جہاں غالب کی خودداری کی کرچیاں سمیٹنا پڑیں وہیں اپنے زعم کے پرزے بھی جمع کرتے ہی بنی۔ تمام سکالرز گُنگ تھے کہ ہماری علمی کم مائیگی اس سے کم کی متحمل نہ تھی۔ پُرشکوہ عمارتوں کے پیچھے جھانکنے کے شوق نے خان صاحب کو بھی تختۂ مشق ستم بنانے میں عار

محسوس نہ کیا۔ڈاکٹر اے۔بی اشرف کا خاکہ پڑھا تو اطمینان ہوا کہ لمبا چھے فٹ قد، گورے چٹے، بھرا بھرا جسم خوبصورت ناک نقشہ سب ٹھیک سے کشید ہوا تھا لیکن یہ کیا لکھتے ہیں کہ سر سے فارغ البال (۱) نہیں بھائی اے۔بی۔اشرف تو خود اُن خوش نصیبوں میں سے ہیں جنھیں اپنی خوبی قسمت پر ناز کرنا چاہیے کہ خان صاحب کے سر پر سیاہ لہریے دار بالوں کی زیارت کیے ہوئے ہیں۔

خان صاحب خوش گوار شخصیت کے مالک ہیں گو پہلی نظر میں آپ ان کے قد و قامت سے مرعوب ضرور ہو جاتے ہیں لیکن ان کی دل پذیر مسکراہٹ مشفقانہ لب و لہجہ آپ کو جلد ہی ان کی ظاہری آن بان کے حصار سے باہر لے آتا ہے۔خان صاحب کو غصہ بالکل نہیں آتا یا کم از کم ہم کبھی اُن کے غصے کا شکار نہیں ہوئے۔اُن کی شخصیت میں ایک بے نیازی پائی جاتی ہے جو اُن کی عالمانہ شان کو دو چند بنا دیتی ہے۔بقول ڈاکٹر صدیق جاوید:

> ''پروفیسر محمد خان اشرف ایک بے نیاز درویش صفت انسان ہیں وہ اپنی یا اپنی تالیفات و تصنیفات کی رونمائی کی کوششوں میں اپنا وقت رائیگاں نہیں کرتے کیونکہ انھیں نہ سائش کی تمنا ستاتی ہے اور نہ صلے کی پروا جو کچھ انھیں میسر ہے وہ اسی پر قانع ہیں یہی ایک committed ریسرچ سکالر اور استاد کی خصوصیت اور وصف ہے۔''(۲)

ڈاکٹر اے بی اشرف نے ایک جگہ لکھا ہے کہ:

> ''اچانک ان کے جی میں کیا آئی کہ قلم چھوڑ کر تلوار پکڑ لی۔''(۳)

تو عرض ہے کہ:

عشق کی تیغ جگر دار اُڑا لی کس نے
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

تو جناب یہ علم و ادب سے عشق کی تیغ ہے جو اس مردِ حق نے تھام رکھی ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے استادِ محترم کو اللہ تعالیٰ نے تدریس کے پیغمبرانہ پیشے کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔جب ہی تو سپاہیانہ زندگی کا جاہ و جلال اور شکوہ چھوڑ پھر استاد کے منصب پر آن براجمان ہوئے اور کیا خوب براجمان ہوئے ہیں اُن پر اُستاد کا جبہ ہی نہ صرف فٹ بیٹھتا ہے بلکہ جچتا بھی ہے۔پھر اُستاد بھی وہ جو علم و فضل میں کمال رکھتا ہو، لیکن کوئی غرور نہیں کوئی ناز نہیں بلکہ ایک شان بے نیازی ہے جو ان کے اندر کے عالم کو چھپائے رکھتی ہے۔یہ عالم اس وقت بے قرار ہو کر سامنے آتا ہے جب کوئی علم کا متلاشی اس کے سامنے دامنِ سوال پھیلاتا ہے۔خان صاحب سے کسبِ فیض کا بہترین طریقہ بھی استفہام ہی میں مضمر ہے آپ کے سوالات گویا اُن کے لیے محرک کا کام کرتے ہیں اور وہ انتہائی مشکل علمی گتھیوں کو کچے سوت کی مانند لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں۔مجنوں گورکھپوری نے کہا تھا کہ ''موضوع مصنف کی گرفت میں نہ ہو تو زبان گنجلک ہو جاتی ہے''۔سو خان صاحب کی تحریر و تقریر گنجلک زبان سے بالکل مبرّا ہے جہاں علم کی شان موجود ہو وہاں زبان کا سہارا لینے کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔اُستادِ محترم کی جانب سے کبھی کوئی سوال تشنہ جواب واپس نہیں آیا اب اگر کوئی ہم پر رشک کرنا چاہے تو ہمیں چنداں اعتراض نہ ہوگا۔خان صاحب کی شاگردی سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی اعزاز نہیں ہو سکتا کبھی کبھی تو ہمیں بھی بہ طرزِ غالب خود پر ہی رشک آ جاتا ہے۔اور کیوں نہ آئے کہ یہ اعتبار، یہ اعتماد ہمیں اُستادِ محترم کے طفیل ہی نصیب ہوا ہے۔سچ ہے علم کتاب سے نہیں نگاہ سے ملتا ہے۔اُستاد کے فیضانِ نظر سے ملتا ہے اُستاد کے قرب سے

ملتا ہے۔ دیدہ و دل وا کرنے سے ملتا ہے۔

اُستادِ محترم صاحب الرائے نقاد ہیں وہ شعرا و اُدبا کے بارے میں اپنا ایک مخصوص نقطۂ نظر رکھتے ہیں اور کسی کی مجال کہ اسے تبدیل کر سکے۔ بہر طور ان کے نُدرت آگیں افکار جامع اور بلیغ فقروں میں ڈھل کر سکالرز کے ذہن کی آبیاری کرتے ہیں۔ سننے والے فوراً پا لیتے ہیں کہ یہ جواہر ریزے کسی کتاب کی خوشہ چینی نہیں بلکہ ان کی اپنی ذہنی اپج کا شاہکار ہیں۔ ہم جیسے کم مایہ طالب علم جو ایف۔اے کی اُردو اعلیٰ سے ادب کا ہر شے سے چولی دامن کا رشتہ جوڑنے میں لگے تو بس پی ایچ۔ڈی تک نہ چھوڑا، ایا پھر تنقید کیا ہے؟ کھرا کھوٹا پرکھنا۔ سر نے سنا تو بولے یہ کیا صرافوں اور خیاطوں والی اصطلاحات ہیں بھئی۔ واقعی یہ تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ ادب اور چولی دامن لاحول ولاقوۃ۔

خان صاحب کا رچا ہوا ذوق ان کے مشرقی و مغربی ادب کے بھرپور مطالعے کی دلیل ہے۔ علمی و ادبی مباحث پر ان کی دسترس ہر نوع کے موضوعات کا احاطہ کرنے پر قادر ہے۔ ان کے دلائل ٹھوس، نظریات و افکار واضح اور شفاف ہوتے ہیں۔ ان کے افکار میں اتنی clarity ہے کہ ان کی بات ہر ذہن اور ہر دل میں اتر جاتی ہے۔ زمانہ طالب علمی سے لے کر اپنے تئیس سالہ تدریسی کیریئر میں رومانویت کبھی ایسی آب رواں سی معلوم نہ ہوئی جیسی سر کے لیکچرز سن کر ہوئی۔ رومانویت کو حقیقت کی ضد بنانے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ رومانویت تو خود زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ خان صاحب اپنی ہمہ گیر شخصیت اور ہمہ جہت صفات کی بدولت ہمیشہ سے طالب علموں میں مقبول رہے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت، بصیرت اور منطقی انداز بطور استاد ان کے امتیازی خصائص ہیں۔ اُن کا مدلل لیکچر ان کے فلسفیانہ ذہن کا غماز ہوتا ہے۔ ان کا طرز کلام ہمیشہ منطقی اور تجزیاتی ہوتا ہے۔ خاص طور پر ان کے چست اور درست شخصی تجزیے کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملتے۔ پڑھاتے ہوئے موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ تکمیل نہیں چھوڑتے اور سلیبس کو گویا آسمانی صحیفہ سمجھ کر مکمل کراتے ہیں۔ مجال ہے کہ کوئی موضوع چھوڑ کر آگے نکل جائیں موضوعات کی تعداد اور ترتیب تک انھیں یاد رہتی ہے۔ ماشاءاللہ استادِ محترم نے غضب کا حافظہ پایا ہے۔ بات علم و ادب کے اعداد و شمار کی ہو تو سر کی یادداشت بلا کی ہے۔ ویسے پرچہ بنا کر بھول جاتے ہیں ناممکن ہے کہ اس کی بھاپ بھی سکالرز تک پہنچنے دیں۔ جو تحریر ایک مرتبہ دیکھ لیں ازبر ہو جاتی ہے۔ اس فوٹوگرافک میموری نے ہمیں تو کہیں کا نہیں رکھا۔ کبیر خان نے اپنے ایک خاکے میں لکھا ہے کہ:

''ایک اچھے فوجی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔''(۴)

آہ! بس اسی ایک خوبی سے استادِ محترم یکسر محروم ہیں۔

کہا جاتا ہے بعض شخصیات تاریخ کا دھارا بدلنے کی صلاحیت رکھتی ہیں خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ذہن کا دھارا بدلنے کی صلاحیت عطا کر رکھی ہے۔ انھوں نے نیم پخت سکالرز تو کیا ہم پختہ سال سکالرز کے vision کا رخ کیوں کر بدلا معلوم ہی نہ ہو سکا طرز کہن پر اڑنے کی خو کیا ہوئی خُدا معلوم۔ معلوم ہے تو بس اتنا کہ جذب و قبول کی صلاحیت عالم کی شان ہے۔ سخت گیری تنگ نظری اور Rigidity تخلیق کار اور نقاد کی سب سے بڑی خامی ہے طول و طویل تمہید کی بجائے براہ راست مدعا و مفہوم، سادہ، آسان، سہل انداز یہ وہ گُر ہیں جو خان صاحب چپکے سے غیر محسوس انداز میں اپنے سکالرز کی گرہ میں باندھ دیتے ہیں۔ کلاس میں ہمیشہ سرو قد کھڑے رہ کر ہی لیکچر دیتے ہیں لیکچر کے اہم نکات وائٹ بورڈ اور ان کی توضیح سکالرز کے ذہن کی

زینت بن جاتی ہے۔

خان صاحب کی انفرادیت اُن کا ذہنِ رسا ہے۔ستم بالائے ستم نکتہ رس، نکتہ شناس اور نکتہ فہم پھر کسی نکتے کی کیا مجال کہ ان کی نظر سے اوجھل رہ پائے۔تحقیق و تدوین جیسے خشک موضوعات کو وہ اپنی معلومات، مطالعے، مشاہدہ اور تجربے سے دل پذیر بنا دیتے ہیں اور پھر سر کا بنایا ہوا امتحانی پرچہ معروضی ہو تو آپ کی استطاعت نہیں کہ اسے پاسکیں انشائی ہو تو پہلے سے ہی تو تا مینا کی تصویر کشی سے گریز کی ہدایت جاری کر دیتے ہیں۔اس پر طرہ یہ کہ اقتباس کی نقل کے لیے صفحہ نمبر تک لکھنے کی کڑی شرط سکالرز کے تخلیقی ارمانوں پر اوس بن کر گرتی ہے سو مطلب کی بات کرتے ہی بن آتی ہے۔خان صاحب اوّل بھی اُستاد ہیں اور آخر بھی اُستاہی ہیں۔ایک عرصے سے تدریس ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا ہے۔وہ Genuine اُستاد ہیں اُن کا درِ فیض علم کے ہر متلاشی کے لیے کُھلا رہتا ہے۔اس میں کسی یونیورسٹی کالج یا سپروائزر سے وابستگی آڑے نہیں آتی۔کلاس میں اُن کی لیاقت و قابلیت کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے آپ زیادہ دیر تک اِس سحر کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور بھائی عافیت بھی اسی میں ہے کہ چپ چاپ چاروں شانے چت ہو جائیں ورنہ سر کو باغیوں کو اسیر کرنے کے اور منتر بھی بے طرح یاد ہیں۔علم میں اُن کے مقابل ہم کم مایہ ٹھہرائے جانے کے سزا وار تو ہیں ہی دلیل میں بھی شہ مات ہمارے بس کی بات نہیں۔اوّلین کلاس میں سر نے فرمایا غالب کے چودہ دیوان ہیں کلاس کے افلاطون لگے کلبلانے اب کیا کیجئے کہ سر کو تو چودہ دواوین کے اشعار کی تعداد تو کیا شانِ نزول اور ترتیبِ نزولی تک ازبر ہے، اور دیوان و کلیات کے حوالے سے ہمارا علم محض الف بائی ترتیب اور شاعر کے مجموعۂ کلام تک محدود تھا۔لہٰذا ہم نے یہ بحث پی ایچ۔ڈی کی تکمیل سے مشروط کرتے ہوئے آئندہ کے لیے اُٹھا رکھی ہے ایک مرتبہ میدان میں اُتریں گے تو ضرور آخر کو ہم بھی ٹھہرے خان صاحب کے شاگرد اور اُستادِ محترم آج تک ہم سے کسی معاملے میں متفق ہو کر نہیں دیے۔دراصل سر کو اپنے دلائل سے قائل کر لینا شیر کی مونچھ کو ہاتھ لگانے کے مترادف ہے۔کچھ عرصہ قبل ہمارے جونیئر زیرِ چے میں اِمالی پر مار کھا گئے۔اکثر تو بھنائے کہ شاید اِمالہ کو امالی لکھ گئے ہیں یا شاید املائی لکھنا چاہتے تھے یہ لفظ نہ تو کسی لغت میں ہے نہ کتابِ اصطلاحات میں۔غالباً خان صاحب چوک گئے ہیں۔بہتیرا سمجھایا کہ اُن سے ایسی علمی بھول چوک کا تو سوچیے گا بھی مت یہ تو اُستادِ محترم کا سکالرز کو آنکنے کا ایک تیر بہ ہدف نسخہ ہے پھر ہوا یوں کہ سر نے اِمالی کا حوالہ ڈھونڈنے کا کام بھی انھی فاضل سکالرز کو سونپ دیا یقیناً امالی تک عمر ازبر رہے گا۔

مظہر یعنی کہ Phenomenon سر کی پسندیدہ اصطلاح ہے اور ہمیں اس اصطلاح سے یوں شغف ہے کہ ہمارے نزدیک خان صاحب اِقلیمِ علم و ادب کا درخشاں ترین مظہر ہیں۔شعر و ادب ہو یا زندگی کے دیگر معاملات میں خان صاحب بہترین سے کم پر راضی نہیں ہوتے۔ملٹری اکیڈمی کاکول سے حاصل کردہ بہترین کیڈٹ کی امتیازی تلوار، سٹاف کالج کورس میں اوّل پوزیشن اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ستارۂ جرات کا اعزاز ہمارے اس دعوے کا بیّن ثبوت ہے۔ڈاکٹر اے۔بی اشرف اُستادِ محترم کو اپنے عہد کا نابغہ قرار دیتے ہیں۔ہم نے ڈاکٹر وحید قریشی کے ''اشرفین'' کا ذکر تو بہت سُن رکھا تھا۔اللہ تعالیٰ نے انھیں بہ نفسِ نفیس یکجا دیکھنے کا موقع بھی عطا کر دیا۔ڈاکٹر اے۔بی اشرف نفیس شخصیت کے مالک ہیں۔شائستہ لب و لہجے، شیریں زبان اور رواں بیان کے حامل۔اے۔بی اشرف سادہ مزاج اور صاف گو انسان ہیں۔خان صاحب نے اپنا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ انھی کی نگرانی میں تحریر کیا۔اے۔بی اشرف صاحب انتہائی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خان صاحب سے استفادہ کا اقرار کرتے ہیں۔رہی بات شہناز کی تو اے۔بی اشرف صاحب کچھ تذبذب کا شکار نظر آئے کہ انٹیلیکچول تھیں یا نہیں تھیں۔ہم نے

انھیں تسلی دی کہ انٹیلیکچو ل ہی ہوں گی جو سرکی مکتوب الیہ ومکتوب نگارٹھہریں۔(۵)

بال کی کھال اُتارنا سُنا ضرور تھا بس دیکھنے کی ہوس تھی سوالحمداللہ پوری ہوئی۔ دوبارہ، سہ پارہ بلکہ ہرششماہی سکالرز کے اپنے تئیں اُچھوتے موضوعات کی کھال اُترتے (کھال غالباً موٹی ہوتی ہے) بلکہ اُدھڑتے دیکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ آہ! ناداں اپنی ذہنی نُدرت سے سرکو متاثر کرنے کے خواہاں ہیں۔ اُستادِ محترم کی طبعیت میں بناوٹ نام کو نہیں ہے جو درست سمجھتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ لگی لپٹی رکھنے کے قائل نہیں وہ ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ میں عمر کے جس حصے میں ہوں اس میں محض دوسروں کو خوش کرنے کے لیے غلط بات کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ وہ اپنے سکالرز کو ہمیشہ ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ Favoritism سے اُن کو کچھ علاقہ نہیں۔ اچھے کام کی تعریف (جس کا موقع MoonblueainOnce ہی آتا ہے اور غیر معیاری کام پر بھرپور تنقید (یہ موقع ہر سکالر کی زندگی میں بار بار آتا ہے) کرتے ہیں۔

شکوہ ہے مجھے الفاظ کی تنگ دامانی اور زبان کی کم مائیگی سے کہ وہ اُستادِ محترم کی شخصیت کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ اکثر سنتے ہیں جی فلاں اُستاد بہت اچھا پڑھاتے ہیں یک بارگی خیال آتا ہے کتنا اچھا۔۔۔۔۔۔؟ یقین جانیے بہت سے لیکچر تو اِسی تجسس میں سُن ڈالے ہیں عطا آباد جھیل ہنزہ کے بعد جھیل سیف الملوک کے نظارے کی طرح کہ موازنے کی کوئی صورت ہے کیا؟

حوالہ جات

۱۔ اشرف، اے۔ بی، ڈاکٹر، صاحب سیف وقلم۔۔۔ ڈاکٹر محمد خان اشرف۔ میرا دوست، مشمولہ: الحمرا، ماہنامہ، اگست ۲۰۱۶ء، ص: ۳۵

۲۔ صدیق جاوید، ڈاکٹر، تبصرہ: اصطلاحات تدوین متن از ڈاکٹر محمد خان اشرف، ڈاکٹر عظمت رباب، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص: ۶

۳۔ اشرف، اے۔ بی، ڈاکٹر، صاحب سیف وقلم۔۔۔ ڈاکٹر محمد خان اشرف۔ میرا دوست، مشمولہ: الحمرا، ماہنامہ، ص: ۳۵

۴۔ کبیر خاں، برعکس نہند نام۔ خودستائیاں، ڈاکٹر اشفاق ورک، لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۳۵

۵۔ ملاقات بہ مقام ڈیفنس کلب جے بلاک ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور، ۳۱ اگست ۲۰۱۹ء

6. https//:www.urduweb.org/mehfil/threads30thAugust,2019-11:00pm

☆......☆......☆